آفتاب انوار ولایت، پیشوائے عالم ہدایت، گنجینہ ذوق اسرار، مشاہدہ احدیث بیدار قطب اکبر

حضرت بابا فرید گنج شکرؒ

اور

بہشتی دروازہ

حضرت پیر محمد امین ساجد

25=

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفتاب انوار ولایت، پیشوائے عالم ہدایت، گنجینہ ذوق اسرار،
مشاہد: احدیث بیدار، صاحب رازدار حضرت معبود، قطب اکبر

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بابا فرید گنج شکر

اور

بہشتی دروازہ

ہمدانی ذخیرہ کتب

تحقیق و تصنیف

حضرت پیر محمد امین ساجد مدظلہ العالیہ

عظیم پبلشرز اولمپک پلازہ
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

31 10.06

جملہ حقوق محفوظ

حاجی محمد عظیم بٹ عظیمی قادری نے صابر پرنٹرز
سے طبع کروا کر فروری 2004ء بمطابق
محرم 1425ھ میں شائع کی۔

حرف ابتداء

حضرت شیخ فرید الملت والدین' جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا نام دنیائے اسلام میں بالعموم اور برصغیر پاک و ہند میں بالخصوص آسمان رشد و ہدایت کے ان روشن ستاروں میں ہوتا ہے جنہوں نے برصغیر پاک و ہند میں نہ صرف لاکھوں باشندگان کو راہ ہدایت سے روشناس کرایا بلکہ سلسلہ چشتیہ کو بامِ عروج پر پہنچایا انہوں نے ذرہ خاک کو آسمان کی بلندیوں تک پہنچنے کا وہ آسان روحانی گرو بتایا جو دوسرے ہم عصر بزرگان شدید ریاضتوں کے کوزے میں پنہاں کیے ہوئے تھے۔

ان کے در پر جو بھی سائل آیا وہ اپنی جھولی کو باآسان اور باآسائش طریقے سے مرادوں سے بڑھ کر گیا اور آپ کی دعاؤں کی طفیل اپنی دین و دنیا کو سنوارتا ہوا مالک حقیقی تک رسائی پا گیا اور یہی وہ وصف ہے جو بہت کم بزرگان عظام میں بامِ عروج پر نظر آتا ہے۔ آپ نے سلسلہ چشت کی نو تعمیر عمارت جس کی بنیاد سلطان الہند حضرت شیخ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے کفرستانِ ہند میں رکھی تھی اور جس کی دیواروں کو ان کے خلیفہ خاص اور بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرشد پاک خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تعلیمات سے آراستہ کیا تھا اس کو کفرستان ہند میں ایک عالیشان' پرشکوہ اور رشد و ہدایت کا ایسا بڑا مرکز بنایا کہ جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا محال ہے آپ نے تبلیغ اسلام کے کٹھن اور دشوار راہ کو نہ صرف آسان تر بنایا بلکہ نو مسلمانوں کو اسلامی مزاج اور ماحول میں سمونے کے لئے عظیم کام سر انجام دیا اور ان کو اسلامی تعلیمات کی سادگی' تصوف کی پاکیزگی' محبت کی مہک اور اسلامی

اخلاق اور مساوات کی مٹھاس کے ذریعے اس کا خوگر بنایا یہی وجہ ہے کہ بابا صاحب کے ہاں اس کی اثر انگیزی ان کے دوسرے معاصر وغیرہ معاصر بزرگوں سے زیادہ نظر آتی ہے اور اپنی جانب کشش لازوال بخشتی ہے اس طرح ایک خطا کار انسان جو کہ بحرِ عصیاں میں غوطے کھا رہا ہوتا ہے اس مرکز پر پہنچ کر اپنے عصیاں سے نہ صرف نجات پا جاتا ہے بلکہ جنت کا حقدار بھی ٹھہرتا ہے۔ بقولِ شیخ سعدی شیرازیؒ۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم

چھ محرم الحرام کا دن وہ دن ہوتا ہے جب درگاہ معلیٰ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس دروازہ کو زائرین اور متلاشی حق و سربگریباں عصیاں افراد کے لئے کھولا جاتا ہے جسے بہشتی دروازہ کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس جس کے بارے میں آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرما گئے ہیں کہ جو کوئی بھی زندگی میں ایک بار اس دروازہ سے خلوصِ نیت اور ارادہ توبہ و استغفار سے گزرا تو وہ بتائید ایزدی سیدھا بہشت میں جانے کا حقدار بن گیا۔" بہرحال زیرِ نظر کتاب اسی بہشتی دروازہ کے حال و احوال پر ترتیب دی گئی ہے تاکہ ہر فرد جو اس کے بارے میں جاننے کا شائق چلا آ رہا ہے باآسانی آگاہی حاصل کر سکے اور جب اس سے گزرنے کے لئے درگاہ معلیٰ پر حاضر ہو تو اس کے آداب سے بخوبی واقفیت رکھتے ہوئے انوارِ و فیوض الٰہی سے مستفید ہو سکے اور اپنی زندگی کی راہ کو ہموار کر سکے۔

دُعاؤں کا طالب

سگِ خاکپائے اولیا

پیر محمد امین ساجد

خطیب جامع مسجد ون والی' اچھرہ لاہور

خواجہ فرید الدین

گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمتہ کا اصلی نام فرید الدین مسعود تھا جبکہ آپ نے لازوال شہرت " گنج شکر کے لقب سے حاصل کی۔ اس لقب کی وجہ تسمیہ کے بارہ ہی مورخین اور محققین کرام نے مختلف بیان تحریر کیے ہیں۔

سفینتہ الاولیاء کے صفحہ نمبر ۱۵۳ پر شہزادہ داراشکوہ نے تحریر کیا ہے کہ " گنج شکر مشہور ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ ایک ہفتہ سے مسلسل روزہ سے تھے اور افطار نہ کیا تھا۔ چلا پھرا بھی نہ جاتا تھا۔ اسی حالت میں جب اپنے مرشد کے حضور حاضر ہونے چلے تو راستہ میں پھسلن بہت بھی۔ آپ چلتے چلتے مارے نقاہت کے سنبھل نہ سکے اور گر گئے اس حالت میں مٹی کا ایک ڈھیلا اچانک آپ کے منہ میں آ گیا اور اس نے منہ شکر گھول کر روزہ افطار کروایا۔ آپ کا منہ مٹھاس سے بھر گیا۔

پیر و مرشد کے حضور حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ " فرید

الدین! جو ڈھیلا اللہ تعالیٰ نے تمہارے منہ میں ڈال کر شکر بنایا ہے اسی نے تمہیں گنج شکر بنا دیا ہے۔ تم ہمیشہ شکر کی مانند شیریں رہو گے۔ آپ جب پیرو مرشد کے پاس سے واپس آئے تو راستہ میں آپ کو جو بھی ملتا وہ آپ کو گنج شکر کہہ کر مخاطب کرتا۔"

آپ ایک عظیم الشان شخصیت تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مرید باصفا حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے ملنے دہلی تشریف لائے تو خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کو لے کر اس حجرہ میں آگئے جہاں حضرت بابا فرید علیہ الرحمتہ مصروفِ عبادت و ریاضت تھے۔ خواجہ خواجگان نے جب آپ کو دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

"قطب الدین تم نے ایک ایسا شہنشاہ شکار کیا ہے جس کی پرواز تو سدرۃ المنتہیٰ تک ہے۔ اس کی شمع خوب روشنی ہوگی اور اندھیروں کو دور کرے گی اس کی روشنی سے ہر سمت اجالے پھیل جائیں گے۔"

گنج شکر کے لقب کی ایک روایت سیر العارفین میں درج ہے کہ "جس زمانہ میں حضرت فرید الدین اپنے مرشد حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاں زیرِ تربیت تھے تو ایک دن انہوں نے سات دن متواتر روزے رکھے۔ افطار کے وقت اپنے حجرہ سے غزنیں دروازہ سے حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس جا رہے تھے کہ ایک جگہ کیچڑ میں پاؤں پھسل گیا اور آپ زمین پر گر گئے۔ کیچڑ آپ کے منہ میں چلی گئی مگر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ شکر بن گئی۔

جب آپ نے مرشد کی خدمت میں پہنچ کر یہ واقعہ سنایا تو حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اگر مٹی تمہارے منہ میں جا کر شیریں بن گئی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے پورے وجود کو ہی شکر بنا دے گا اور تم ہمیشہ شیریں ہی رہو گے" اسی کے بعد آپ گنج شکر کے لقبِ اطہر سے مشہور ہو گئے۔

"سیدالاقطاب" نامی کتاب میں حضرت الھدیہ ابن شیخ ابراہیم نے تحریر فرمایا ہے کہ ایک روز "حضرت بابا فرید" کو افطاری کے وقت کھانے کی کوئی چیز دستیاب نہ ہوئی آپ نے چند سنگریزے زمین سے اٹھا کر اپنے منہ میں ڈال لیئے یہ سنگریزے آپ کے منہ میں جا کر شکر بن گئے۔ جب مرشدِ کامل نے یہ واقعہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ "بابا فرید تو گنج شکر ہے۔ اگر مٹی تمہارے منہ میں جا کر شیریں بن گئی ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے وجود کو شکر بنا دے گا اور تم ہمیشہ شیریں رہو گے۔ اسی کے بعد آپ گنج شکر مشہور ہو گئے۔

اسی طرح "خزینتہ الاصفیاء" میں تذکرہ العاشقین کے حوالہ سے درج کیا ہے کہ ایک سوداگر، شکر اونٹوں پر دودھ لا کر ملتان سے دھلی جا رہا تھا۔ جب یہ سوداگر اجودھن پہنچا تو خواجہ فرید الدین نے اس سے دریافت کیا کہ "ان اونٹوں پر کیا ہے؟" سوداگر نے مذاق کے طور پر کہا کہ نمک ہے۔ شیخ فرید الدین نے یہ سن کر کہا "بہتر ہے کہ نمک ہی ہو گا۔"

جب یہ سوداگر دھلی پہنچا تو اس نے ان اونٹوں پر نمک ہی پایا۔ وہ حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ ماجرہ کیا ہے۔ وہ بڑی ہی عجلت میں گھبرایا ہوا اجودھن پہنچا اور فوری طور پر خواجہ فرید الدین کی خدمتِ

اقدس میں پہنچ کر اپنے قصور کی معافی چاہی۔

حضرت خواجہ فرید الدین نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر شکر تھی تو پھر شکر ہی ہو گی۔''

اللہ کی قدرت کہ جب اس نے اس مرتبہ دیکھا تو اونٹوں پر شکر ہی تھی۔ اس واقعہ کو بیرم خان خانجاناں نے منظوم بھی تحریر کیا ہے۔ اس کا ایک شعر درج ذیل ہے۔

کان نمک، جہان شکر، شیخ بحروبر
آن کز شکر نمک کند و از نمک شکر

ان روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی روایات ہمیں تاریخ کی کتابوں سے دستیاب ہوئی ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ آپ واقعتاً حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عطا کردہ لقب ہی کی وجہ سے گنج شکر ہوئے تھے آپ اس وجہ سے ہمیشہ شکر ہی یعنی شیریں سخن ہی رہے۔ لاتعداد لوگ آپ کی شیریں گفتاری کی وجہ سے آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے تھے۔

حضرت بابا فرید کا سلسلۂ نسب

آپ کا سلسلہ نسب جناب ڈاکٹر میمن عبدالمجید سندھی صاحب نے اسی طرح تحریر فرمایا ہے کہ:۔

''شیخ فرید الدین'' گنج شکر بن جمال الدین سلیمان بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ محمد بن شیخ شہاب الدین بن شیخ احمد المشہور بہ فرخ شاہ بن بادشاہ کابل بن نصیر الدین بن محمد المعروف بہ تشیمان شاہ بن سامان شاہ بن سلیمان بن مسعود بن عبداللہ واعظ

الاثیر بن ابوفتح بن اسحاق بن سلطان ابراہیم بادشاہ بلخ بن اوھم بن سلیمان بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

روایت ہے کہ آپ کے والد محترم مشہور فاتح شہاب الدین غوری کے زمانہ میں قابل سے لاہور آئے تھے۔ یہ پہلے قصور گئے اور پھر ملتان سے ہوتے ہوئے کھتوال میں قیام پذیر ہو گئے حضرت بابا صاحب کی ولادت کھتو وال میں ہی ہوئی۔ اکثر بزرگوں کی طرح آپ کی تاریخ ولادت میں بھی حد درجہ اختلاف موجود ہے۔ سید الاقطاب میں آپ کی تاریخ ولادت کا سن ۵۹۵ھ درج ہے جبکہ دیگر مورخین و محققین نے ۵۸۴ھ اور ۵۶۹ھ بھی درج کیا ہے۔ مگر زیادہ تر بزرگوں کا ۵۶۹ھ پر ہی اتفاق پایا جاتا ہے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر ہی میں حاصل کی۔ مگر مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے آپ ملتان تشریف لے آئے۔ یہیں آپ نے کلام اللہ شریف بھی حفظ کیا۔ یہیں آپ کو حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے رغبت اور انسیت پیدا ہوئی۔

واقعہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز آپ مولانا منہاج الدین کی مسجد میں فقہ کی مشہور کتاب نافع کے مطالعہ میں مصروف تھے کہ اچانک ایک بزرگ مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز تحیۃ المسجد ادا کر کے آپ کی طرف آ گئے۔ آپ کے قریب آکر انہوں نے آپ سے پوچھا "بابا کیا پڑھتے ہو" آپ نے عرض کیا "نافع کا مطالعہ کر رہا ہوں" انہوں نے ارشاد فرمایا "کیا تم یہ جانتے ہو کہ تمہیں نافع سے کچھ نفع بھی حاصل ہو گا۔"

حضرت بابا فرید علیہ الرحمتہ نے اپنے اندر ایک واضح تبدیلی محسوس کی۔ آپ اگرچہ بالکل نوجوان ہی تھے مگر آپ نے بڑے ہی مودّبانہ اور والہانہ انداز میں عرض کیا" حضور مجھے اس کتاب سے تو معلوم نہیں نفع ہو یا نہ ہو مگر آپ کی نگاہِ کرم سے ضرور نفع ہو گا۔"

اس کے بعد جتنا عرصہ بھی خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ملتان میں مقیم رہے آپ برابر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔ جب حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ملتان سے دھلی کے لئے چلے تو بابا فرید گنج شکر بھی ان کے ہمراہ پاپیادہ ہی چلتے گے۔ تین منزلوں تک آپ ان کی سواری کے ساتھ ساتھ چلتے رہے۔ تیسری منزل پر حضرت بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو اپنے پاس بلوایا اور فرمایا "بابا فرید! اب تم واپس گھر جاؤ۔ تم تو ہمارے ساتھ بہت دور تک آچکے ہو۔" آپ نے عرض کیا" حضور میں تو آپ ہی کے ساتھ دھلی جانا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے مایوس نہ فرمایئے۔"

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس موقع پر تاریخی اور لازوال الفاظ ارشاد فرمائے آپ نے حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ارشاد فرمایا۔

"بابا فرید الدین ابھی تم علم حاصل کرو پھر بیعت کرنا کیونکہ بے علم صوفی مسخرا شیطان کی مانند ہوتا ہے۔"

چنانچہ آپ واپس ملتان تشریف لے آئے اور علم حاصل کرنے میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ آپ نے ملتان میں تحصیلِ علم کے بعد بغداد اور دوسروں شہروں میں جا کر علم حاصل کیا۔ راحت القلوب میں

اس سلسلہ میں درج ہے کہ۔

''شمس العارفین برہان العاشقین حضرت بابا فرید الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ'' میں ملتان سے دہلی گیا تو حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی روشی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی غلامی میں آگیا جو فیض، عظمت اور کمالات میں نے ان میں دیکھے آج تک کسی میں نہ دیکھے۔ آپ مزید فرماتے ہیں کہ جب میں ان کا مرید ہو گیا تو تیسرے روز انہوں نے مجھ پر اپنی عطاؤں اور آرام کے دروازے کھول دیئے اور فرمایا فرید الدین تم اپنا کام مکمل کر کے میرے پاس آئے ہو اور پھر حضرت خواجہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے ریاضت اور اور مجاہدات کا حکم ارشاد فرمایا۔''

ایک روایت یوں ہے کہ حضرت بابا فرید علیہ الرحمتہ نے مرشدِ کامل کے حکم کے عین مطابق کچھ عرصہ ملتان میں ہی تعلیم حاصل کی جس کے بعد آپ ملتان سے نکل کر غزنی' بغداد اور بدخشاں وغیرہ میں بھی علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کی۔ جہاں آپ کے بے شمار بزرگانِ دین سے فیوض و برکات کامل تھیں۔ آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ بغداد میں ملاقات بھی کی۔ آپ ان کے تاحیات عقیدت مند رہے۔ ان کی تصنیف ''عوارضی المعارف'' سے آپ کو گہرا لگاؤ تھا۔

حضرت بابا فرید کی ملاقات خواجہ اجل سنجری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی ہوئی جو کہ بغداد کے مضافات میں اقامت پذیر تھے اس کے علاوہ آپ نے غزنی اور بخارا کے ساتھ ساتھ بہت سے دوسرے شہروں میں بھی بہت سے بزرگوں سے فیض حاصل کیا جن میں حضرت

سیف الدین باخرزی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سعد الدین حموی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت بہاؤ الدین حموی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ، شیخ اوحد الدین کرمانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور شیخ فرید الدین نیشا پوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شامل تھے۔

اس سیاحت کا دورانیہ تقریباً پانچ برس بتلایا جاتا ہے جس کے بعد آپ واپس ملتان تشریف لے آئے اور اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت کے بعد آپ عازم دھلی ہوئے جہاں آپ نے بڑے ہی کٹھن مجاہدات و ریاضت میں اپنا وقت گزارا۔

ایک روایات یہ بھی ہے کہ آپ نے سخت ریاضتیں اور مجاہدے کیے آپ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ رمضان المبارک میں آپ ہر رات تراویحوں میں قرآن کریم ختم کر لیا کرتے تھے بعض راتوں میں تو دس دس پارے سے زیادہ بھی تلاوت کر لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ کا اپنا بیان ہے کہ آپ بیس برس تک عالم تکفر یا عالمِ تحیر میں کھڑے رہے اور بیٹھے بالکل نہیں۔ اس دوران آپ کے پاؤں سوج گئے اور ان سے خون بہنے لگا۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس عرصہ میں انہیں یاد نہیں کہ انہوں نے کچھ بھی کھایا پیا ہو۔ آپ نے جب مرشدِ کامل کے حکم سے مسندِ رشد و ہدایت سنبھال لی تو اپنے مرشدِ کامل کی طرح مال و دولت سے ہمیشہ اجتناب فرمایا۔ آپ کی زندگی فقر و فاقہ کا گویا ایک نمونہ تھی۔ ایک مرتبہ یوں بھی ہوا کہ ہندوستان کا بادشاہ ناصر الدین محمود اجودھن میں جب آیا تو آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ وہ آپ کی شخصیت سے بے حد متاثر ہوا۔ واپس جا کر اس نے اپنے معتمد

وزیر الغ خان یعنی غیاث الدین بلبن کو چار گاؤں کا ملکیتی فرمان اور کثیر مال و دولت بطور روپیہ دے کر آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ حضرت بابا فرید نے یہ کہہ کر تمام چیزیں واپس کر دیں کہ "یہ تو ہمارے خواجگان کی رسم نہیں ہے۔"

حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ تمام عمر اربابِ حکومت سے دور ہی رہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے مریدین اور خلفائے کو بھی اکثر یہی تلقین فرمائی کہ وہ ان لوگوں سے دور ہی رہیں اور ان سے کوئی بھی مفاد حاصل نہ کریں۔ آپ کی طبیعت میں حد درجہ انکساری اور ملائمت تھی جب آپ مریدوں کے حلقے میں موجود ہوتے اور کوئی ایسی بات چھڑ جاتی آپ بے اختیار آبدیدہ ہو جاتے تھے۔

اگر کبھی آپ کے پاس کوئی سرکاری عہدار بھی حاضر ہوتا تو آپ اسے بھی ڈھیروں نصیحتیں فرماتے۔ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے تین ساتھیوں کے ہمراہ پورے ہندوستان میں دینی تبلیغ کے لئے دورے کئے۔ یہ تین ساتھی اور دوست حضرت غوث بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ' حضرت لال شہباز قلندر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت جلال سرخ بخاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بھی شامل تھے۔

حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے لاتعداد لوگوں نے فیضِ روحانی حاصل کیا۔ آپ کے گرد ہمہ وقت لوگوں کا ہجوم جمع رہتا تھا۔ حد تو یہ ہے کہ ہندوؤں کے جوگی بھی آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس حاضر ہونے والے افراد یہاں پر امیری اور غریبی کے تمام تر احساس سے مبرا ہو کر حاضر

ہوتے تھے۔ اپنے پاس حاضر ہونے والوں سے آپ اس کی لیاقت اور ذہنی استعداد کے مطابق ہی گفتگو فرماتے تھے۔ حاضر ہونے والا ہر شخص یہی خیال کرتا ہے کہ آپ کو اسی سے زیادہ محبت ہے۔

آپ کی روحانی عظمت' کردار کی بلندی اور انسان دوستی محبت اور خلوص نے سلسلۂ چشتیہ چیالودانگ کو عالمی شہرت دی اور پوری طرح پھیلا دیا۔ آپ نے اپنی خانقاہ میں اصلاح و تربیت کو ایک مستقل شکل عطا کی جہاں سے نکل کر آپ کے ارادت مندوں نے ملک کے کونے گوشہ میں اور ملک سے باہر بھی سلسلۂ چشتیہ کی خانقاہیں قائم کیں اور یوں سلسلہ چشتیہ نے خوب ترقی کی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تقریباً ۲۷ برس تک دین متین کی تبلیغ و تدوین بھی کی اور خدمتِ خلق بھی کی۔ آپ نے لاتعداد لوگوں کو دینِ اسلام کی روشنی سے آشنا کیا۔ اجودھن جو کہ ازاں بعد پاکپتن کے نام سے مشہور ہوا' آپ کا ٹھکانہ ٹھہرا۔ آپ نے جب یہاں پر رشد و ہدایت کی ابتداء کی تو وہاں موجود جوگیوں اور ساحروں نے اپنے چیلوں کے ذریعہ آپ کی شدید ترین مخالفت بھی کی۔ مگر بار بار کی ناکامیوں نے ایک طرح سے ان کے دانت کھٹے کر دیئے۔

ان لوگوں نے جب دیکھا کہ ان کا ہر حربہ آپ پر ناکام ہوتا چلا جارہا ہے تو پھر انہوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ ازاں بعد دین کی تبلیغ و ترویج انہی لوگوں نے کی۔

حضرت بابا فریدؒ نے نہ صرف یہ کہ عام لوگوں کی اصلاح کی بلکہ حکمرانوں کی بھی اصلاح فرمائی۔ جس کے بعد ان کی زندگیوں کا

رخ ہی بدل گیا۔ اسی طرح معاشرہ میں امن و سکون قائم ہوا۔لوگوں میں دین سے محبت پیدا ہوئی اور لادینی عناصر دب کر رہ گئے۔

ایک واقعہ بڑا مشہور ہے کہ جس میں آپ نے ایک بہت بڑے عالم فاضل شخص کی اصلاح فرمائی تھی۔ واقعہ کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ پاک پتن شریف میں ایک حاجی صاحب بہت مشہور و معروف تھے۔ انہیں اپنے زہد اور علم پر بڑا ناز تھا۔ دوسرے یہ کہ حاجی صاحب صوفیائے کرام میں بھی بہت خامیاں نکالتے رہتے تھے اور اپنے سے زیادہ کسی کو نہیں گردانتے تھے۔

ایک مرتبہ یوں ہوا کہ جب وہ سفرِ حج پر جا رہے تھے تو آپ کی خانقاہ میں بھی آئے۔ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی بہت عزت کیا کرتے تھے۔ اس مرتبہ جو وہ ملنے کے لئے آئے تو آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کو سبق سکھانے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاجی صاحب سے دریافت کیا کہ حاجی صاحب آپ تو عالم فاضل شخصیت ہیں یہ تو بتلایئے کہ دین کے کتنے رکن ہوتے ہیں۔ انہوں نے بتلایا کہ واہ بابا صاحب واہ آپ کو یہ بھی نہیں معلوم کہ دین کے رکن پانچ ہوتے ہیں۔ یہ بات تو مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے۔

آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسکراتے ہوئے ان کی بات کو سنا اور فرمایا کہ حاجی صاحب میں نے تو سنا ہے کہ ایک چھٹا رکن بھی ہوتا ہے۔ حاجی صاحب نے حیرت سے آپ کو دیکھا اور کہنے لگے کہ بابا صاحب یہ تو میں نے کبھی نہیں سنا کہ دین کا کوئی چھٹا رکن بھی ہے ہمیں بھی تو بتائیں کہ یہ کون سا چھٹا رکن ہے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

نے انہیں فرمایا کہ حاجی صاحب میں نے سنا ہے کہ چھٹا رکن روٹی ہوتی ہے جس کے بغیر زندگی برقرار رکھنا ناممکن ہے۔

حاجی صاحب نے یہ سنا تو قہقہہ مار کر ہنسنے لگے اور لگے مذاق اڑانے۔ کچھ دیر بعد آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے جب وہ اجازت لے کر چلنے لگے تو آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا حاجی صاحب میری بات کو اپنے ذہن میں رکھیے گا۔

اب ہوا یوں کہ جب حاجی صاحب حج ادا کر کے واپس وطن آرہے تھے تو اتفاق سے وہ اپنے قافلہ والوں سے بچھڑ گئے۔ قافلہ سے بچھڑ کر وہ ایک بے آب و گیاہ جگہ پر پہنچ گئے جہاں نہ تو کھانے پینے کی کوئی چیز ہی میسر تھی اور نہ ہی آبادی کا نام و نشان موجود تھا۔ حاجی صاحب کئی روز تک فاقہ کشی میں مبتلا رہے۔ دور دور تک انہیں کوئی ذی روح دکھائی نہ دیتا تھا۔

ایک روز یوں ہوا کہ ایک شخص کو انہوں نے دیکھا جو اپنے سر پر طعام کا خوان رکھے انہی کی طرف آرہا تھا۔ حاجی صاحب لپک کر اس کی طرف بڑھے مگر مارے نقاہت کے گر پڑے۔ وہ شخص ان کے نزدیک آیا اور کہنے لگا کہ میرے پاس کھانے پینے کی اشیاء ہیں۔ کیا تم لو گے۔ حاجی صاحب کے پاس اس وقت پھوٹی کوڑی نہ تھی۔

حاجی صاحب نے کہا کہ بھائی اللہ واسطے مجھے یہ کھانا دے دو یا مجھے ادھار دے دو میں وطن پہنچ کر تمہیں لوٹا دوں گا۔ وہ کہنے لگا بھائی میں تو یہاں یہ چیزیں بیچنے کے لئے لایا ہوں۔ حاجی صاحب گڑگڑانے لگے کہ بھائی میں تو بھوک سے مر رہا ہوں اور میرے پاس رقم بھی نہیں ہے تم مجھے اللہ واسطے ہی دے دو۔

اس شخص نے حاجی صاحب سے کہا کہ اچھا آپ ایسا کریں کہ آپ جو حج کر کے آئے ہیں اس کا ثواب مجھے بخش دیں اور اس کے بدلہ میں یہ کھانا کھالیں۔ بھلا حاجی صاحب کو کیا اعتراض ہو سکتا تھا جھٹ سے راضی ہو گئے۔ جب حاجی صاحب کھانا کھا چکے تو اس شخص نے اس معاہدہ کی ایک تحریر حاجی صاحب سے لکھوالی۔

اس واقعہ کو دو تین روز گزر گئے تو ایک مرتبہ پھر حاجی صاحب کا مارے بھوک پیاس کے بُرا حال ہوگیا۔ دو تین روز کے بعد ایک مرتبہ پھر وہی شخص آتا دکھائی دیا تو آپ کی جان میں جان آئی۔ اب اس شخص نے حاجی صاحب کی نمازوں اور نیتوں کو بھی خرید لیا۔ حاجی صاحب نے بخوشی یہ تحریر بھی لکھ ڈالی محض یہ سوچ کر کہ یہاں کون دیکھنے والا ہے۔

کسی نہ کسی طرح حاجی صاحب واپس وطن پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ جب وہ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کا بڑا زبردست استقبال کیا اور اپنے قریب بٹھایا دوران گفتگو آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے دریافت کیا کہ حاجی صاحب آپ یہ تو بتائیں کہ جو میں نے آپ سے ایک سوال کیا تھا کہ دین کا چھٹا رکن روٹی ہے تو کیا آپ نے اس پر غور کیا تھا۔

حاجی صاحب نے اپنی اکڑ بدستور قائم رکھی اور حسب سابق ہنسنے لگے آپ نے ان کے ساتھ کوئی بحث نہ کی اور اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ فلاں جگہ پر ایک کتاب پڑی ہے وہ لے آؤ۔ جب وہ کتاب لے آیا تو آپ نے اس کو کھول کر حاجی صاحب کو تھما دی اور

فرمایا حاجی صاحب ذرا آپ اس پر نظر تو ڈالیں۔

حاجی صاحب بھلا اپنی ہی تحریر کو نہ پہچانتے وہ سب کچھ ایک لمحہ میں سمجھ گئے اور اپنی کج بحثی پر شدید شرمسار ہوئے۔ حاجی صاحب اگلے ہی لمحے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں کو تھامے زار و قطار آنسو بہا رہے تھے اور اپنی گزشتہ گستاخیوں کی معافی مانگ رہے تھے۔ اس کتاب میں حاجی صاحب کی تمام تر تحریریں موجود تھیں جو انہوں نے روٹی کے عوض تحریر کی تھیں۔

حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جس قدر عبادات و ریاضات کیں وہ صرف انہی کا حصہ اور خاصہ تھا۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات مقدس میں ایک بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ آپ نے چلۂ معکوس بھی کیا۔ روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت بابا فرید علیہ الرحمتہ کو حکم فرمایا کہ آپ چلۂ معکوس کریں۔ چلۂ معکوس ایک مشکل عمل ہوتا ہے اور بہت ہی کم بزرگ اس پر عمل کرتے ہیں۔

اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ سالک ایک مضبوط رسا اپنے پاؤں کے ساتھ باندھ کر کنویں میں سر کے بل لٹک جاتا ہے اور اس طرح یہ عمل مکمل ہوتا ہے جبکہ اس کا وقت عشاء اور فجر کے دوران ہوتا ہے نیز یہ کہ یہ چلہ چالیس یا اکتالیس ایام پر محیط ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو ارشاد فرمایا کہ بابا فرید کوئی کنواں اس مقصد کے لئے تلاش کرو جس کے بالکل ساتھ مسجد بھی ہو اور ایک مضبوط درخت بھی ہو۔ ایسا مقام تو عام طور پر ملنا مشکل ہوتا ہے چنانچہ آپ نے پہلے تو دھلی اور ان کے قریب

وجوار میں ایسا مقام تلاش کیا اور پھر وہاں سے ہانسی تک چلے گئے مگر کوئی بھی ایسا مقام نہ ملا۔

کافی عرصہ تک آپ اسی طرح سیاحت کرتے رہے۔ مگر آپ نے اس کا تذکرہ کسی سے بھی نہیں کیا کیونکہ اس طرح تو دھوم مچ جاتی اور یہی آپ چاہتے نہیں تھے آپ تو کامل یکسوئی چاہتے تھے۔ آپ کی تلاش آخرِ کار اوچ شریف میں تمام ہوئی جب آپ کو قصبہ سے باہر ایک قدیمی مسجد انہی علامات کے ساتھ مل گئی۔ اس مسجد کو مسجدِ حج کہا جاتا تھا۔

مسجدِ حج کے امام خواجہ رشید الدین مینائی صاحب تھے۔ مولانا صاحب آپ کے عقیدت مند تھے اور ان کی رہائش ہانسی میں تھی۔ مولانا صاحب سے آپ نے فرمایا کہ میں اس مقصد کے لئے طویل ترین سفر طے کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ مگر تم مجھ سے یہ وعدہ کرو کہ تم میرے اس چلہ کا ذکر کسی سے بھی نہیں کرو گے مولانا صاحب نے وعدہ کر لیا اور یہ بات بھی تھی کہ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ تھا جہاں پر آبادی بھی کم تھی یعنی مسجد میں غازیوں کی آمدروفت ذرہ کم ہی تھی۔

حضرت بابا فرید الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک رات عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد مضبوط رسی کا ایک سرا مولانا صاحب کو تھمایا اور انہیں فرمایا کہ ایک سرا تو میں اپنی کمر کے ساتھ باندھ لیتا ہوں اور دوسرا سرا تم اس درخت کے ساتھ باندھ دینا۔ یہ ایک مشکل مرحلہ ہوتا ہے کہ سالک کو کنویں میں اس طرح لٹکنا ہوتا ہے کہ وہ پانی میں نہ چلا جائے۔ چنانچہ مولانا صاحب نے وہ رسہ پکڑ لیا کنویں میں اترنے سے پہلے آپ نے مولانا صاحب سے فرمایا کہ اذان فجر سے

پہلے مجھے باہر نکال لینا۔

اسی طرح آپ نے اپنا چلہ مکمل کیا اور مکمل کرنے کے بعد مولانا صاحب کا شکر ادا کر کے واپس دھلی کی طرف چل دیئے۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کے اس چلہ کی ہر طرف دھوم مچ گئی اور حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بڑے فخر سے سب کو بتلایا کرتے تھے کہ میرے اس نوجوان بچہ نے یہ چلہ پورا کیا ہے۔

☆☆......☆☆

آپ میں توکل اور تقویٰ حد درجہ تھا۔ روایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ عصا تھام کر چلنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ آپ نے یہ عصا استعمال کیا مگر اچانک آپ نے وہ عصا پھینک دیا اور فرمایا کہ مجھے تو اللہ تعالیٰ کا سہارا کافی ہے میں بھلا کیوں غیر اللہ سے سہارا لوں۔ اس کے بعد آپ نے اپنی پوری زندگی میں کبھی عصا نہیں پکڑا۔

حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمتہ نے جب تمام تر مجاہدات مکمل کر لیئے تو آپ کے مرشد کامل نے حکم فرمایا کہ بابا فرید تم اب ایسا کرو کہ ہانسی چلے جاؤ تاکہ وہاں کی آبادی کو صاحبِ ایمان کرو۔ ہانسی روانہ کرنے سے پہلے مرشد کامل نے آپ سے فرمایا کہ ”بابا فرید! تم اب لوگوں کو دین کی حقانیت سے آگاہ کرو تاکہ ان کو سیدھی راہ نصیب ہو۔ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہاں موجود تمام لوگوں سے فرمایا کہ بابا فرید ایک نیک کام کے سلسلہ میں جارہے ہیں آؤ ہم سب ان کے لئے دُعائے خیر کریں۔

ابھی آپ وہاں سے روانہ نہیں ہوئے تھے کہ مرشدِ کامل نے اپنے پاس بٹھا کر فرمایا ”بابا فرید! میری وفات جب ہو گی تو تم میرے پاس نہیں ہو گے جب یہاں آنا تو تبرکات لے جانا میرے بعد میری جگہ تمہاری ہی ہوگی۔“ چنانچہ آپ کو سب نے حضرتِ خواجہ کا جانشین تسلیم کر لیا۔یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کیونکہ جب حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوا تو وہاں حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ موجود نہ تھے اور جب خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے انتقال فرمایا تو حضرت بابا فرید علیہ الرحمتہ بھی وہاں موجود نہ تھے اور جب حضرت بابا فرید علیہ الرحمتہ نے انتقال فرمایا تو حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں موجود نہ ملے۔

ہانسی میں آپ علیہ الرحمتہ نے درس و تدریس کا کام شروع کیا مگر کچھ ہی عرصہ کے بعد آپ کے پاس لوگوں کا بے حد و حساب ہجوم جمع ہونا شروع ہو گیا جس کی وجہ سے آپ کی عبادت و ریاضت میں قدرے خلل واقع ہونا شروع ہو گیا۔ ابھی آپ ہانسی میں ہی مقیم تھے کہ آپ کو یہ اطلاع ملی کہ مرشد کامل کا انتقال ہو گیا ہے چنانچہ آپ فوری طور پر دھلی کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات کے پانچویں روز آپ دھلی پہنچے تو آپ کو حضرت خواجہ حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مرشدِ کامل کے عطا کردہ تبرکات پیش کیے۔ ان تبرکات میں مرشد کامل کا خرقہ دستار' عصا' جائے نماز اور کھڑاویں شامل تھیں۔ آپ نے دو رکعت نماز ادا کر کے ان تبرکات کو حاصل کیا اور

خرقہ زیب تن کر کے مسندِ ارشاد سنبھالی۔

آپ کے اب دھلی کی زندگی ہانسی کی زندگی سے یکسر مختلف نوعیت کی تھی وہاں اگرچہ لوگوں کا ہجوم رہتا ہی تھا مگر دھلی میں روزانہ آپ کو دعوتوں پر جانا پڑتا تھا۔ چونکہ یہ مرکزی شہر تھا اور یہاں پر امراء اور وزراء بھی رہتے تھے وہ لوگ آپ کو اپنے ہاں برکت کے واسطہ جب بلواتے تو آپ انکار نہ فرماتے یوں آپ کا بہت سا وقت ضائع ہو جاتا۔

دوسری بات یہ تھی کہ آپ کی خانقاہ پر ہر وقت دربان موجود رہتے تھے جس کی وجہ آپ کے پاس آنے والوں کو بڑی دقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ آپ نے ایک ایسا کڑواہی مشکل فیصلہ کیا کہ آپ نے دھلی چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا۔ آپ نے بہت سوچ و بچار کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ آپ کو اجودھن جانا چاہیے جہاں پر ساحروں اور پنڈتوں نے عوام الناس اور خصوصاً مسلمانوں کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔

اجودھن ایک قدیم قصبہ تھا۔ یہاں دریائے ستلج پر ایک پل تھا۔ جس کے کنارے کشتیاں وغیرہ کھڑی رہتی تھیں۔ جس کو پنجابی زبان میں پتن کہا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ مشہور تھا یہاں بھوت پریت کا بسیرا تھا اس کے علاوہ یہاں پر بے تحاشا جنات کا بھی بسیرا تھا اس جگہ کوئی بھی صوفی نہیں ٹھہرتا تھا۔

آپ علیہ الرحمتہ نے وہاں قیام کر کے ان تمام باتوں کا خاتمہ کیا اور آپ کی موجودگی کی بھلا کوئی بھوت پریت وہاں کیسے ٹھہر سکتا تھا۔ تمام بھوت پریت اور جنات وہاں سے رخصت ہو گئے اور یہ پتن پھر پاک ہو گیا جس کے بعد اس کو پاک پتن شریف کہا جانے لگا۔

وہاں کے جوگیوں، پنڈتوں اور ساحروں نے پوری تیاریوں کے ساتھ آپ علیہ الرحمتہ کا مقابلہ کرنے کی کوششیں کیں مگر قوتِ ایمان کے آگے ان کی ایک نہ چلی جس کے بعد انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور پھر اسلام کی خدمت میں ہی اپنی اپنی زندگیاں گزار دیں۔

آپ علیہ الرحمتہ کی شہرت بہت جلد چہار اطراف میں پھیل گئی جس کی وجہ سے آپ کی مخالفت میں چند ناعاقبت اندیش مسلمان بھی شامل تھے۔ یہاں کا حاکم آپ کی شہرت سے حسد کرنے لگا اور اس کا قاضی بھی اس کا ہمنوا بن گیا۔ اب انہوں نے آپ کو تنگ کرنا شروع کر دیا اور کوئی موقع نہ چھوڑا۔ آپ نے ان سب کا بڑی پادری سے مقابلہ کیا مگر ایک مرتبہ آپ کو قتل کرنے کی بھی کوشش کی۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ ایک دن بابا صاحب صبح کی نماز ادا کر کے مسجد میں ہی سجدہ میں گر گئے اس وقت وہاں پر اس خادم خاصی کے علاوہ کوئی بھی موجود نہ تھا۔ اچانک وہاں پر ایک شخص داخل ہوا۔ وہ آتے ہی چلا چلا کر بولنے لگا جس کی وجہ سے بابا صاحب کی یکسوئی میں بھی خلل واقع ہوا۔ آپ نے سجدے کی حالت ہی میں اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں ہوں۔

سجدہ ہی میں آپ نے خادم سے فرمایا کہ یہ جو نووارد ہوا ہے اس کا قد درمیانہ ہے اور اس کی رنگت زرد ہے اور وہ ترکی النسل ہے۔ میں نے جو دیکھا تو ایسا ہی تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اس کی کمر کے گرد ایک پیٹ کے ساتھ یا کمربند کے ساتھ خنجر بھی بندا ہوا ہے۔ یہ مجھے قتل کرنے کے ارادے سے آیا ہے اس سے کہو کہ چلا

جائے قبل اس کے کہ اسی کو ذلیل ہونا پڑے۔

آپ نے چونکہ تمام باتیں سجدہ کی حالت میں فرمائی تھیں چنانچہ وہ شخص خاموشی کے ساتھ وہاں سے رخصت ہو گیا اور پھر کسی جگہ دکھائی نہ دیا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت بابا فرید گنج شکر علیہ الرحمۃ کا وصال مبارک بروز منگل ۵ مرم الحرام ۶۷۰ھ میں ہوا جبکہ سیر الاقطاب میں ۶۹۰ھ، راحت القلوب میں ۶۸۷ھ، خزینۃ الاصفیاء میں ۶۷۰ھ، جواہر پر زیدی' سیر الاولیاء، اخیار الاخیار اور سفینۃ الاولیاء میں ۶۶۴ درج ہے۔

حضرت سلطان المشائخ کا بیان ہے کہ آپ کا وصال ۹۲ برس کی عمر میں ۶۶۱ھ میں ہوا۔ موجودہ دور میں محققین و مورخین اسی کو درست تسلیم کرتے ہیں۔

بہشتی دروازہ

حضرت شیخ السلام قطب عالم بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ بچپن سے ہی بہت زیادہ عبادت گزار تھے اکثر اوقات روزے سے ہوتے نوافل پڑھتے اور چلے کرتے۔ حضرت سلطان العارفین بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔آپ نے چلہ معکوس بھی کیا جس میں کنویں میں الٹا لٹک کر چالیس رات پاؤں میں رسی باندھ کر عبادت کی جاتی ہے۔ ان سخت چلوں، ریاضتوں، مجاہدوں اور کثرت عبادات کی وجہ سے آپ کا ایک لقب زہد الانبیاء بھی مشہور ہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ریاضت و عبادت، مجاہدہ و فقر، ترک مال و دولت میں یکتا لاثانی اور بے نظیر تھے تحمل، بردباری، قناعت، توکل، تقویٰ، عشق، ذوق و شوق میں سرتاپا ڈوبے ہوئے مجسمہ انوار تھے حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے درد، اپنے درمان، اپنی دُعا اور اپنی دوا اپنے سوز اور اپنے ساز اپنی زندگی اور موت اپنی فتح و شکست کو خدا کی طرف منسوب کرتے تھے آپ عشق الٰہی اور عشق مصطفیٰ خیرالوریٰ ﷺ کے اسیر تھے کامل پیر تھے روشن ضمیر تھے بے کسوں کے دستگیر تھے۔

حضرت سلطان العارفین برہان العاشقین بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات میں سے ایک کمال ''بہشتی دروازہ'' ہے جو کہ آپ کے فیض عالم کی علامت ہے۔ حضرت بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا وصال ۵ محرم الحرام ہو ہوا لیکن آپ کا عرس مبارک ۲۵ ذوالحجہ سے شروع ہو کر ۱۰ محرم الحرام تک جاری رہتا ہے۔ ۶ محرم الحرام کو بعداز نماز عشاء بہشتی دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور ۱۰ محرم تک ہر رات عشاء تا فجر تک کھلا رہتا ہے لاکھوں کی تعداد میں عقیدت مند یا فرید حق فرید کے نعرے لگاتے ہوئے دیوانہ وار بہشتی دروازہ سے گزرتے ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس مبارک کی خاص اور آخری تقریب بہشتی دروازہ کا افتتاح ہے لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اس میں شریک ہوتے ہیں اس موقع پر حکومت کی طرف سے خاص انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ۶ محرم کو بعد از نماز عشاء دیوان صاحب جلوس کی صورت میں تشریف لاتے ہیں دروازہ کھولنے سے پہلے محفل سماع میں شریک ہوتے ہیں۔ قوال پہلے مولانا جامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کلام پڑتے ہیں جس کا شعر ہے۔

بخدا غیر خدا درد و جہاں چیزے نیست
بے نشاں است کزد نام نشان چیزے نیست

اس کے بعد محفل میں حضرت خواجہ امیر خسرو رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام پیش کیا جاتا ہے جس سے عاشقوں کے دلوں پر چھریاں چلنے لگتی ہیں۔ ایک شعر ہے۔

ہوں پیراگن شام کی کوئی پیا بتلاوے

بھائی دے گھر پالیا متاں گھڑیا سجاوے

محفل سماع کے بعد حضرت دیوان صاحب آگے بڑھ کر اپنے ہاتھ سے بہشتی دروازہ کھولتے ہیں پہلے خود اندر داخل ہوتے ہیں اور پھر دیگر سجادہ نشین صاحبان اہم شخصیات اور معزز حضرات بہشتی دروازہ سے گزرتے ہیں اس کے بعد عوام کا داخلہ شروع ہو جاتا ہے یہ سماں رات بھر جاری رہتا ہے صبح فجر کے وقت دوازہ بند کر دیا جاتا ہے۔ دروازے کے افتتاح کے فوراً بعد حضرت دیوان صاحب اپنے چبوترے پر کھڑے ہو کر قلاوہ تقسیم فرماتے ہیں یہ رسم بڑی پر کیف ہوتی ہے اس میں انوار و برکات کی بارش ہوتی ہے۔

دس محرم کی صبح روضہ مبارک اور مزار شریف کے تمام احاطہ کو غسل دیا جاتا ہے صندل لگایا جاتا ہے صندل کے خشک ہونے پر دیوان صاحب روضہ اقدس پر تشریف لاتے ہیں تقریب میں شرکت فرما کر روضۂ مبارک کے اندر آتے ہیں اور بعد فراغت جمالی بُرج پر جا کر معززین کے ساتھ کھانا تناول فرماتے ہیں یہ رسومات صدیوں سے جاری و ساری ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت یونہی جاری رہیں گی۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا روضہ آستانہ عالیہ کے بالکل درمیان میں ہے روضہ مبارک کے مشرق کی جانب نوری دروازہ اور جنوب کی جانب بہشتی دروازہ ہے نوری اور بہشتی دروازوں کے کواڑوں پر چاندی جڑی ہوئی ہے موجودہ روضہ مبارک حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تعمیر کرایا خواجہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

نے عمارت کی ہر ایک اینٹ پر ایک ختم قرآن کریم کروایا۔

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت تاج الاصفیاء سراج الاولیاء بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے وصال کے بعد پاک پتن شریف پہنچے تو ایک رات حضور پرنور شافع محشر، آقائے نامدار، تاجدار مدینہ، سرور کائنات، رحمت دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور سرور کائنات شفیع المذنبین، نبی آخر الزماں محبوب خدا ﷺ کے ساتھ یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف لائے۔ والی دو جہان سید المرسلین ﷺ مزار مبارک کے ایک دوازہ سے اندر تشریف لائے اور دوسرے سے باہر تشریف لے گئے آقائے دو عالم ﷺ جس دروازے سے اندر داخل ہوئے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا" یا نظام من دخل فی ھذا الباب فقدا من " کہ "اے نظام جو اس دروازہ سے داخل ہو گا وہ امن پا گیا"حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سید الثقلین نبی الحرمین امام القبلتین ﷺ کے اس ارشاد پاک کو بالکل اس طرح بیان فرما دیا کہ جو شخص اس دروازہ سے اندر داخل ہوا وہ امن پا گیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے۔

کتاب "انوار الفرید" میں سیّد مسلم نظامی دہلوی لکھتے ہیں ۱۳۰۱ ھجری میں "جواہر فریدی" پیر محمد حسین چشتی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے چھپوائی ہے اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسد مبارک کو نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد پھر شہر میں لے آئے اور اس جگہ امانتاً دفن کیا جہاں اب حضرت شیخ شہاب الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ گنج علم کا مزار ہے چند روز کے بعد حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ دہلی سے اجودھن تشریف لائے اور آپ نے روضہ شریف بنانا چاہا تو غیب سے آواز سنی کہ "بنائے روضہ از خشت پاک طیار ساختہ برآنہام ختم کلام اللہ خواندہ ازاں خشتہائے مرمت روضہ شریف بکسید"

یعنی "روضہ شریف کی بنیاد ایسی پاک اینٹوں سے رکھنا جن پر قرآن پاک کے ختم کیے گئے ہوں اور ان ہی اینٹوں سے روضہ کی مرمت کرنا"

یہ سن کر حضرت سلطان المشائخ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے سینکڑوں حافظ بلوائے اور آپ کے سب خلفاء کو جمع کیا پھر اینٹیں تیار کروائیں جن پر قرآن پاک ختم کیے گئے تھے اور ان اینٹوں سے روضہ شریف تیار کیا جانے لگا جب کام مکمل ہو گیا تو سب صاحبزادگان خلفاء اور مریدین نے حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے جسد مبارک کو قبر سے نکالا اور پھر اس کو خوشبو سے معطر کیا۔ اس عرصہ میں ارواح پاک سید المرسلین ﷺ و جملہ انبیاء و اصحاب کبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امامین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم و مشائخ نظام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ شجرہ شریف ظاہر ہوئیں اور جسد مبارک حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو روضہ سے نکالا اور دفن کیا کچی اینٹیں لحد کے لئے درکار تھیں اور وہ موجود نہ تھیں اس وقت حضرت بابا صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو روح مبارک کے ارشاد فرمایا کہ مشرق کی طرف جو جالیاں چھوڑی ہیں ان کو توڑ کر کچی اینٹیں نکال لو اور لحد میں لگا دو۔ اینٹیں نکالنے سے مشرق میں دروازہ بن گیا۔ اس دروازہ سے حضرت سرور دو عالم ﷺ اور اولیائے کبار رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم کی ارواح مبارک باہر آئیں اور روضہ شریف سے متصل جو چھوٹی سی کوٹھڑی بنی ہوئی ہے اس کا نام "قدم رسول ﷺ" ہے یہاں سب کھڑی ہو گئیں اور خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو ارشاد ہوا کہ اے نظام الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہم کو جناب رب العزت سے فرمان ہوا کہ جو کوئی اس دروازہ سے گزرے گا انشاء اللہ اس کی بخشش ہو جائے گی اور آتش دوزخ سے نجات پائے گا۔ تم باآواز بلند اس بات کا اعلان کر دو۔ حسب الحکم حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بات کا اعلان کیا اور حضرت کا یہ اعلان مشرق سے مغرب تک پہنچ گیا لیکن بعض لوگ جو دل کے اندھے تھے انہوں نے اس سے انکار کیا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس وقت رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ حضور از راہ کرم اپنے دیدہر سے لوگوں کو مشرف فرما دیں حضرت محمد ﷺ نے آپ کی یہ درخواست قبول فرمائی اور فرمایا۔

"ہرکس کہ اندریں زمان آید مرا بچشم ظاہر معائنہ فرماید"

یعنی" جو کوئی اس وقت آئے بلاشبہ اپنے چشم ظاہر سے مجھے دیکھ لے۔"

یہ سن کر حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک خاص کیفیت طاری ہو گئی اور اسی حال میں آپ نے دست دے

کر باآواز بلند کہا۔

اللہ محمد ﷺ چار یار

حاجی خواجہ قطب فرید فرید فرید

اس دروازہ میں داخل ہو کر مشرقی دروازہ سے باہر آگئے ’’

زیں سبب آن دروازہ را بہشتی مے گویند‘‘

اس وجہ سے آج تک اس دروازہ کو بہشتی دروازہ کہتے ہیں۔‘‘

مولانا الحاج (کپتان) واحد بخش سیال چشتی صابری کتاب ’’

مقام گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ‘‘ میں لکھتے ہیں۔

یہ حدیث’’ حدیث قدسی ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کوئی بات فرما دیں تو اسے حدیث قدسی کہا جاتا ہے اور چونکہ اس حدیث کے اسناد متصل ہیں اور تمام راوی ثقہ ہیں اس لئے اصول حدیث کی رو سے یہ حدیث صحیح اور بہتر ہے لیکن اس کے باوجود اس کے متعلق بعض حلقوں میں چہ میگوئیاں سننے میں آتی ہیں قبل اس کے کہ اس حدیث کی صحت کے متعلق بحث کی جائے یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اولیاء کرام نے اس حدیث کے دو مفہوم لئے ہیں جیسا کہ قرآن مجید کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کا ایک ظاہر اور ایک باطن اور اس باطن کا ایک اور باطن ہے سات بواطن تک اسی طرح احادیث نبوی ﷺ میں بھی قرآن عظیم کی طرح جامعیت ہوتی ہے اور محدثین و آئمۃ المجتہدین نے ہر حدیث کے کئی مفہوم نکالے ہیں بعینہٖ اسی طرح اس حدیث کے بھی دو مفہوم ہیں ایک ظاہری اور دوسرا باطنی ظاہری مطلب یہ ہے کہ جو شخص اس دروازے سے گزرے گا وہ بہشتی ہے اور باطنی مطلب یہ ہے کہ جو شخص باب

طریقت یا سلوک الی اللہ سے گزرے گا قرب و معرفت حق سے مشرف ہو گا اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کون سا مفہوم صحیح ہے ظاہری یا باطنی۔ جواب یہ ہے کہ دونوں مفہوم اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کی ہر آیت کا ایک ظاہری مطلب ہے اور ایک باطنی۔ ایک روایت کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے قرآن مجید کے ساتھ بواطن فرمائے ہیں چنانچہ ایک آیت میں حکم ہے کہ قرآنجید کو بغیر وضو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا۔

لایمسہ الا المطھرون اس آیت کریمہ کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ قرآن مجید کو بغیر طہارت نہیں چھوا جا سکتا اور باطنی معنی یہ ہیں کہ جو لوگ مطہر اور گناہوں سے پاک نہیں ہیں وہ حقیقت کلام کو سمجھنا اور پالینا تو درکنار اسے مس ہی نہیں کر سکتے اب چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اس آیت پاک کے ظاہری معنوں پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور باطنی پر بھی۔ یعنی یہ کہنا صحیح ہے کہ جو لوگ باطنی طہارت یعنی زہد وتقویٰ سے خالی ہیں وہ کلام پاک کے معنی اور مطالب کو چھو تک نہیں سکتے اور نہ ہی اس کی گرد تک پہنچ سکتے ہیں اسی طرح بہشتی دروازہ کے متعلق بھی کہا جاسکتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے یہ بھی صحیح ہے کہ جو اس دروازے سے گزر جائے بہشتی ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ جو شخص حضرت خواجہ گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مسلک یعنی طریقت اور سلوک الی اللہ کو طے کرے وہ بہشتی ہے۔"

ایک سوال جو عام طور پر لوگ کرتے ہیں کہ گناہ گار یعنی چور ڈاکو اور زانی کے گناہ کیوں کر بہشتی دروازہ سے گزرنے کی وجہ سے معاف ہو جاتے ہیں یہی سوال ایک دفعہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ

گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد گھوٹوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ جو کہ شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور تھے کیا گیا آپ کا شمار اپنے دور کے چوٹی کے علماء میں ہوتا تھا اس کے علاوہ آپ روشن ضمیر صوفی بھی تھے آپ نے اس کا جو جواب دیا وہ درج ذیل ہے۔ حضرت شیخ الجامعہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے اعمال کی وجہ سے بہشت میں نہیں جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم سے جائے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے اعمال سے کوئی شخص بہشت میں نہیں جائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جائے گا۔ یہ سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہی بہشت میں جاؤں گا جب سرور کونین ﷺ جن کی خاطر یہ سب کچھ بنایا گیا یہ فرماتے ہیں تو پھر ہم تم کس شمار میں ہیں ہمارے تمہارے اعمال کی کیا حیثیت ہے کہ ہم ان کی بدولت جنت میں جا سکیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عظمت شان اور کبریائی کا یہ عالم ہے کہ آدمی اس کی جس قدر عبادت کرے اس کی عظمت کے سامنے ہیچ ہے کیونکہ اس سے نہ تو ذات باری تعالیٰ کی عظمت کا حق ادا ہو سکتا ہے اور نہ شان کبریائی کا یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ دن میں ستر بار یا سو بار استغفار پڑھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ اکثر مناجات کرتے۔

یاوھاب سبحانک ماعبدناک حق عبادتک
ماذکرناک حق ذکرک ماعرفناک حق

معرفتک ماشکرناک حق شکرک

"اے احسان عظیم کرنے والے پاک ذات تو اس قدر بلند و برتر ہے کہ نہ ہم تیری عظمت کے مطابق تیری عبادت کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ تیرے کمالات کے مطابق تیرے ذکر کا حق ادا کر سکتے ہیں نہ تیری رحمت کے مطابق تیرا شکر ادا کر سکتے ہیں۔"

جب سرور کائنات ﷺ معترف ہیں کہ ان ﷺ سمیت کوئی شخص حق عبادت ادا نہیں کر سکتا تو ثابت ہوا کہ ہر شخص اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں جائے گا اپنے اعمال کی وجہ سے نہیں جائے گا کیونکہ ہمارے اعمال اس قابل نہیں کہ ہمیں جنت میں پہنچا سکیں تو یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ نیک اعمال کے بغیر بہشتی دروازہ سے گزرنے والا کیسے بہشتی ہو سکتا ہے۔

حضرت شیخ الجامعہ غلام محمد گھوٹوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا

"دوسری بات یہ کہ آیا حدیث بہشتی دروازے کے اوپر لکھی ہوئی ہے صحیح ہے یا نہیں علم حدیث کے ماہرین نے جن کو محدثین کہا جاتا ہے صحت حدیث کے متعلق اصول متعین کئے ہیں ان اصولوں کے مطابق جس حدیث کا سلسلہ اسناد متصل اور معتبر ہوتا ہے اسے صحیح حدیث قرار دیا جاسکتا ہے یہ چنانچہ اس حدیث کا سلسلہ اسناد بھی اصول حدیث کے مطابق بالکل صحیح اور معتبر ہے۔ مثلاً میرے حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھے فرمایا کہ میں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے

سنا انہوں نے اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ فخر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا اسی طرح یہ سلسلہ اسناد مشائخ چشتیہ میں حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ختم ہوتا ہے جو کہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس دروازے سے گزرے گا بہشتی ہے اب ان راویوں میں سے کوئی بھی راوی ایسا نہیں ہے جو کہ غیر معتبر اور ثقہ ہو اس لئے اصول حدیث کی رو سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور صحیح حدیث میں شک کرنا بہت بڑی گمراہی اور ضلالت ہے اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''جو شخص حجر اسود کو بوسہ دے اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' نیز فرمایا کہ '' جو شخص حج کرے اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' نیز فرمایا کہ ''جو شخص اپنی زبان سے توبہ کرے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' وہ اس طرح ہو جاتا ہے کہ جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اب آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ حج کرنے' حجر اسود کو بوسہ دینے اور زبان سے توبہ کرنے میں کیا تاثیر ہے کہ ساری زندگی کے تمام گناہ یک دم معاف ہو جاتے ہیں یہ رحمت حق ہے کہ اس نے ہماری بخشش کے لئے اتنے دروازے کھول دیئے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ۔

''رحمت حق بہانہ مے جوید''

'' اللہ تعالیٰ کی رحمت بہانہ ڈھونڈتی ہے''

چنانچہ بہشتی دروازہ بھی حق تعالیٰ نے ہم گناہ گاروں کے لئے ایک ذریعہ بخشش بنا دیا ہے اگر ہم اس حدیث کو ہر لحاظ سے تسلیم نہ کریں تو پھر بخشش کی تمام احادیث سے بھی انکار لازم آتا ہے لہٰذا جب حج کرنے' حجر اسود کو بوسہ دینے اور توبہ کرنے والی احادیث سے

گناہ معاف ہو سکتے ہیں تو اس حدیث کی رو سے بھی معاف ہو سکتے ہیں اس میں کون سی قباحت ہے۔

حضرت شیخ الجامعہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یہ دھواں دھار تقریر سن کر مولوی ضیاء الدین احمد پرنسپل بہاولپور ڈگری کالج جو کہ بمبئی میں کمشنر پولیس رہنے کے بعد ریاست بہاولپور کے کمشنر پولیس بھی رہ چکے تھے بڑے عالم و فاضل تھے اپنے سوال کا جواب سن کر اور اسی طرح باقی حاضرین عش عش کر اٹھے کسی کو مزید سوال کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔"

"مقام گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ"

از مولانا الحاج (کپتان) واحد بخش سیال چشتی صابری

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"کہ جس شخص نے مجھے دیکھا اس نے واقعی مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا۔" (مشکوۃ شریف)

شیطان ہر شکل میں آسکتا ہے لیکن حضور ﷺ نے فرمایا کہ شیطان میری شکل میں نہیں آسکتا اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے شیطان کے شر سے محفوظ رکھا ہے۔

بہشتی دروازہ کی حدیث بشارت ہے کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ سید نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد ہے کہ میں نے بچشم سر عالم ظاہر میں حضور سرور کائنات ﷺ کو بجسم اطہر چار یار کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ۶ اور ۷ محرم کی درمیانی شب اس دروازہ سے گزر کر اندر تشریف لے جاتے دیکھا ہے اور حضور پاک ﷺ کا یہ ارشاد سنا " جو اس دروازے سے داخل ہوا وہ امن میں آ گیا۔"

مندرجہ بالا حدیث پاک سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ ''بہشتی دروازہ'' کے اوپر لکھی ہوئی حدیث بالکل صحیح ہے اور صحیح حدیث میں شک کرنا بہت بڑی گمراہی اور ضلالت ہے۔

دیکھنے میں آیا ہے کہ جو شخص بہشتی دروازہ سے گزرتا ہے اس کے دل میں نورانیت عود کر آتی ہے وہ گناہوں سے تائب ہو کر اچھے اعمال کی طرف راغب ہو جاتا ہے یہ عام آدمی کا حال ہے اولیاء اللہ تو خواص کے زمرہ میں آتے ہیں وہ اس حدیث کے باطنی مفہوم سے بھی مستفیض ہوتے ہیں وہ منازل سلوک طے کر کے مقام قرب و معرفت میں جگہ پاتے ہیں الغرض یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بخشش و عنایت ہے کہ ہم گناہ گاروں کی بخشش کے لئے اتنے دروازے کھول دیئے ہیں بہشتی دروازہ بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم سیاہ کاروں کے لئے نجات کا ایک ذریعہ بنایا ہے۔''

''ایک دفعہ حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت شیخ الاسلام شیخ العالم قطب الاقطاب سلطان الزاہدین بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شرکت کر کے واپس آرہے تھے کہ راستے میں ان کی ملاقات مشہور عالم دین حسین علی بچھروی سے ہوئی جو کہ اس علاقہ میں کافی مشہور و معروف تھے انہوں نے پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے دریافت کیا کہ یا حضرت کہاں سے تشریف لا رہے ہیں تو حضرت پیر مہر علی شاہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ بابا فرید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شرکت کی سعادت حاصل کر کے آرہا ہوں پھر علامہ موصوف نے پوچھا پھر تو آپ یقیناً بہشتی دروازہ سے بھی گزرے ہوں

گے تو پیر صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اور میں وہاں کس لئے گیا تھا اسی لئے تو گیا تھا حسین علی بچھروی کہنے لگا کمال ہے آپ جیسا عالم دین اور پیر بھی اس بات پر یقین رکھتا ہے تو پیر صاحب نے جواب دیا کہ مولانا اس میں یقین نہ کرنے کی کوئی سی بات ہے حضور اکرم ﷺ کی حدیث مبارک ہے کہ ''ہر مومن کی قبر جنت الفردوس کا ٹکڑا ہوتی ہے۔'' (مشکوٰۃ شریف) ولی کے مزار پر جانے والا گویا جنت کے دروازہ میں ہی داخل ہوتا ہے یہ سن کر مولانا حسین علی بچھروی خاموش ہو گئے۔

''بہشتی دروازہ'' از منظور قادری چشتی صابری

ماہنامہ کنز الایمان شمارہ جون ۱۹۹۷ء

''حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت قطب الاقطاب بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس کے دنوں میں پاک پتن حاضر ہوتے۔ وہاں حد نگاہ تک مخلوق خدا حاضری دیتی۔ محرم الحرام کے دنوں میں اطراف و دیا سے لوگ آتے ان دنوں جنتی دروازہ کھلتا۔ اللہ تعالیٰ کے تصرفات اور انعامات کی بارشیں ہوتی اور صاحب عرس کے روحانی فیوضات کے سمندر ٹھاٹھیں مارتے یہ چیزیں ضبط تحریر نہیں آسکتیں صرف دل کی لگن سے محسوس کی جاسکتی ہیں۔ پاک پتن کے چاروں طرف پانچ پانچ میل تک انسانوں کا سمندر دکھائی دیتا ہے پانچ پانچ دس دس انسانوں کے گروہ سے لے کر سو سو لوگوں کے قافلے پہنچتے یوں دکھائی دیتے ہیں کہ انسان نہیں مور و ملخ کا لشکر ہے ہر ایک کی زبان پر۔

''اللہ محمد ﷺ چار یار حاجی خواجہ قطب فرید''

کا نعرہ ہوتا ہے۔ اس علاقہ کے جنگلات کے پرندے اور جانوروں کی زبانوں اور ترانوں میں ''بابا فرید''، ''حاجی قطب فرید'' کے نغمے ہوتے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ قدس سرہ کے عرس پر بہشتی دروازہ سے گزرنا ایک بڑا معرکہ ہوتا ہے بڑی تیزی اور دلاوری سے گزرتا ہے انسانوں کی تیزرو موجیں ایک تلاطم کی شکل اختیار کر جاتی ہیں ان مقامات و جذبات کو دیکھ کر کمالات اور عجز بعجائب قدرت پروردگار کرنا پڑتا اور اولیاء اللہ تعالیٰ کی کرامات کا صدق دل اور خالص نیت سے اقرار کرنا پڑتا ہے حضرت خواجہ تونسوی قدس سرہ بھی اپنے عقیدت مندوں اور طالب علموں کے قافلے لے کر پہنچتے تھے۔ جن دنوں ملتان پر دیوان ساون مل حکمران تھا یہ ساون مل مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت گورنر تھا۔ایک دفعہ حضرت شاہ سلیمان تونسوی رحمتہ اللہ تعالیٰ عیہ کا عظیم الشان قافلہ پاک پتن جاتے ہوئے دریائے راوی کے کنارے میں قیام پذیر تھا۔ دریا طغیانی پر تھا کوئی کشتی نہ ملتی تھی جس سے سامان پار کیا جاسکے چار سو سے زیادہ آدمی آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ تھے اور عرس کے دن قریب تھے ہر شخص بے چین اور مضطرب تھا کہ دریا کی طغیانی کو کس طرح روکا جائے اور عرس پر بروقت پہنچا جائے۔ حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس صورتحال سے دوچار رہے اچانک اٹھے اپنا عصا لیا اور طوفانی دریا کے کنارے کھڑے ہو گئے درویشوں کو حکم دیا کہ دریا عبور کرنا شروع کریں اشارہ پاتے ہیں عقیدت مند دریا میں اتر پڑے۔ مال مویشی گھوڑے اونٹ سامان سے لدے ہوئے دریا کو عبور کرنے لگے تمام قافلہ گزر گیا تو آپ

آخر میں گزرے آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سب سے
نے اپنے احباب کو فرمایا انشاء اللہ ہم اپنے خواجگان کی برکت سے
قیامت کے دن بھی اپنے اس سلسلہ کے تمام مخلصین کو مصائب کے
طوفانوں سے گزار دیں گے اور خود سب کے بعد آئیں گے۔"

قصر عارفاں از حضرت شیخ مولوی احمد علی چشتیؒ

ترجمہ و تالیف: پیر زادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب

جب کوئی مسلمان اللہ تبارک و تعالیٰ کے ذکر کے ذریعے اس مقام و مرتبہ پر پہنچ جائے کہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ بھی اس کو یاد کرنے لگے تو پھر اس کے ولی ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ گفت اللہ می شود
ایں سخن حق است باللہ می شود

کہ اے مسلمان تو اتنا اللہ اللہ کر کہ خود اللہ ہو جا اور پھر مولانا تاکید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اللہ اللہ کرنے والا خود اللہ ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ کہ حق کا طالب اور سالک راہ حقیقت اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کرنے سے وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اتنے قریب ہو جاتا ہے کہ خود اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے پھر" اللہ اس بندے کا کان بن جاتا ہے وہ ان کانوں سے سنتا ہے وہ بندے کی آنکھ بن جاتا ہے وہ ان آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے وہ ان ہاتھوں سے پکڑتا ہے وہ اس کے پاؤں بن جاتا ہے وہ اس کے پاؤں سے چلتا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا و کارساز

(علامہ اقبال)

فائدہ

بہشتی دروازہ اس بشارت کی زندہ مثال ہے کہ ہر سال لاکھوں زائرین اس مقدس دروازے سے گزرتے ہیں اور ہزاروں عقیدت مند یومیہ دربار پُر انوار پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے بہرہ ور ہوتے ہیں جو یقیناً اس بشارت پر شاہد عادل ہیں۔

" ایک دفعہ حضرت فیاض عالم خواجہ غلام رسول تو گیروی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت اقدس میں ایک سیاح حاضر ہوا اس نے عرض کیا حضور میں نے بہت سیر کی تمام ہندوستان پھرا دہلی شریف کلیئر شریف' پیرا پٹن اور پنجاب بھر کے بیشتر مزارات عالیہ پر حاضری دی مگر جو فیوض و برکات حضرت بابا فرید الحق والدین خواجہ گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پُرانوار پر دیکھنے میں آئے اور کہیں نہیں اس پر فیاض عالم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تو نے یہ کیا دیکھا۔

"حضرت خواجہ گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار گوہر بار پر تو ہر روز فرشتے حاضری دیتے ہوئے یا فرید یا فرید کے ترانے گنگناتے رہتے ہیں فرید الحق والدین کا چرچا نہ صرف زمین بلکہ آسمانوں پر بھی ہے۔"

تذکرہ مشائخ تو گیرہ شریف
مصنفین: عمدۃ الکاملین حضرت مولانا خواجہ عبدالحلیم"

حویلی لکھا

شیخ الاسلام حضرت مولانا خواجہ الٰہی بخشؒ بٹی شریف

بہشتی دروازہ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات میں سے ایک کمال ہے آپؒ کا مقام بہت بلند ہے اولیائے امت محمدیہ ﷺ میں جو مقام حضرت شیخ السلام حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حاصل ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے جو صاحب ''اقتباس الانوار'' نے ''مراۃ الاسرار'' سے نقل کیا ہے حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''اوراد غوثی'' میں اپنے چند مکاشفات بیان فرماتے ہیں آپ لکھتے ہیں۔

'' ایک رات میں مشغول بیٹھا تھا کہ یکایک آواز آئی کہ وقت حضوری اور معموری ہے آجاؤ جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے ایک عظیم الشان دریا ہے اور ساری خلق خدا اس دریا پر آئی ہوئی ہے دریا کے وسط میں ایک مرصع و کمال تخت نہایت بلندی پر نصب کیا گیا ہے اس تخت کے سامنے ایک صورت جمال اور دوسری صورت جلال ہے اور تخت کے اوپر ایک باوقار بزرگ بیٹھے اس مقام کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ساری خلقت دریا کے اندر داخل ہو چکی ہے لیکن اس مقام تک کسی کی رسائی نہیں ہو رہی البتہ چند عزیز جن کو میں جانتا ہوں نصف راستہ طے کر چکے ہیں میں ان پر سبقت لے کر اس تخت تک پہنچ گیا جو بزرگ اس تخت کے محافظ تھے انہوں نے مجھے اپنی طرف کھینچ لیا مجھے اپنا پراہن عطا فرمایا اور فیض جلال سے بھرے ہوئے دو طبق انوار کے میرے سر پر ڈالے جب میں نے زیادہ طلب کیا تو فرمایا کہ تیرے نصیب میں یہی کچھ تھا اس کے بعد میں نے

عرض کیا کہ حضور کا اسم گرامی کیا ہے فرمایا مجھے فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں یہ سن کر میں نے اپنا سر ان کے قدموں میں رکھ دیا اور دریافت کیا کہ یہ کیا مُلک ہے۔ فرمایا یہ دریائے ہستی ہے اور یہ تخت حضرت رب العلمین کا ہے اور یہ صورتیں جمال و جلال کی ہیں ہر نبی اور ولی جو اس مقام تک پہنچتا ہے اس نعمت کے فیض سے بہرہ مند ہوتا ہے اس کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ حضور اس مقام کے اکیلے محافظ ہیں فرمایا کہ ہم چار آدمی ہیں۔ ایک خواجہ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ' دوسرے خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ' تیسرے خواجہ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور چوتھا یہ درویش یعنی فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ۔ ہم چاروں آدمی باری باری اس مقام کی محافظت پر مامور ہیں ہم میں سے جس کسی کی باری میں کوئی سالک یہاں پہنچتا ہے تو ہم اسے اپنا پیراہن عطا کرتے ہیں اور اس کی استعداد کے مطابق حق تعالیٰ کے حکم سے اس کو حصہ دیتے ہیں اور روز قیامت تک یہی ہوتا رہے گا یہ سن کر میں حیرت زدہ ہوا اور مزید سوال کیا کہ آپ چاروں کی پیدائش تو امت محمدیہ ﷺ میں ہوئی ہے قدیم ایام سے اس مقام کی محافظت آپ کس طرح کر رہے ہیں۔ آپ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ہماری حقیقت اس مرتبہ سے تعلق رکھتی ہے اس تن عنصری (ظاہری جسم) کا اس سے کوئی تعلق نہیں کہ کب پیدا ہوا اور کب ختم ہوا۔" حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقام کا اندازہ مندرجہ بالا واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

"مراۃ الاسرا" شیخ عبدالرحمٰن چشتی"

"اقتباس الانوار" حضرت محمد اکرم قدوسی"

ترجمہ: مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری

"مقام گنج شکر" مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری

کتاب اقتباس الانوار کے مصنف حضرت شیخ محمد اکرم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے ساتھ بھی ایک واقعہ پیش آیا جو مندرجہ بالا واقعہ سے پوری طرح مناسب رکھتا ہے۔

"ایک دفعہ یہ فقیر ستائیس ماہ رمضان کی شب میں نماز عشاء کے بعد شغل کیمیائے معرفت میں مشغول تھا جب ایک پہر رات باقی تھی تو ایک نہایت ہی حسین و جمیل نوجوان مرد (بے ریش جوان) کی صورت میں میرے سامنے ظاہر ہوا اس کی آنکھیں شمع کی طرح روشن تھیں۔ اس فقیر نے دریافت کیا کہ آپ کون ہیں فرمایا کہ میں بابِ اسرار کا امین ہوں اور یہاں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے عالمِ اسرار میں لے جاؤں یہ کہہ کر اس نے فقیر کا ہاتھ پکڑا اور ہوا میں پرواز شروع کر دی چنانچہ ہم دونوں پرندوں کی طرح اوپر کی جانب پرواز کرتے جا رہے تھے حتیٰ کہ ہم عرش سے اوپر بحرِ اسرار تک پہنچ گئے اس مقام پر دونوں طاؤس (مور) ظاہر ہوئے جو اس فقیر کو باری باری اپنی پشت پر سوار کر کے اوپر لے گئے اور وہ بابِ اسرار کا امین اسی جگہ رہ گیا جب ہم بحرِ اسرار کے وسط میں پہنچے تو وہاں ایک ایسا مقام پیش آیا کہ جس کا عبور کرنا ہر شخص کے بس میں نہ تھا اور بہت سے سالکین وہاں پہنچ کر رک گئے تھے اس مقام کا نام محک العشاق ہے اس مقام پر ایک سیمرغ نمودار ہوا جو نصف نوری اور نصف ناری تھا اور اس فقیر کو اپنے اوپر سوار کر کے فضائے ہویت کے کنارے تک لے گیا وہاں

تین سمندر پیش آئے وہاں پر بھی چند سالکین جن میں سے بعض کو یہ فقیر جانتا تھا اور بعض کو نہیں جانتا تھا رکھے ہوئے تھے پہلے سمندر کے کنارے نور سرخ سے بنے ہوئے تھے اس سمندر میں سے ایک مچھلی نکلی جو نور سرخ سے بنی ہوئی تھی وہ مچھلی اس فقیر کو اپنے اوپر سوار کر کے دوسرے سمندر کے کنارے تک لے گئی جس کے نور سیاہ کے تھے اور بے حد تاباں اور درخشاں تھے اس سمندر کے وسط میں سے ایک آدمی ظاہر ہوا جس کے سات چہرے تھے اور اس کا سارا وجود اسی نور سے تھا وہ اس فقیر کو اپنے اوپر سوار کر کے تیسرے سمندر کے کنارے تک لے گیا اور وہ سمندر کنارے رنگ اور زمین سے منزوہ و پاک تھا نہ اس کا کوئی اول تھا نہ آخر! اور نہ اس کے طول و عمیق کی کوئی انتہا تھی حالانکہ تمام اشکال (رنگ) بلکہ تمام جہان اس کے اندر موجود تھے جب یہ فقیر اس کے کنارے پر پہنچا تو خوف کے مارے ایسی ہیبت طاری ہوئی جو کہ بیان سے باہر ہے۔ اس سمندر کے اندر سے آواز آئی کہ میرا نام پکارتے ہوئے آؤ اور مت ڈرو۔ اس فقیر نے عرض کیا کہ حضور کا اسم گرامی کیا ہے تو جواب ملا کہ میرا نام فرید الدین ہے چنانچہ یہ فقیر فرید فرید کہتے ہوئے سمندر کے اندر داخل ہوا وہاں کیا دیکھتا ہے کہ اتنا بڑا جہاز کھڑا ہے کہ جس کے سامنے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کا علاقہ ایک رائی کے دانے کے برابر تھا اور اس جہاز پر ایک نور کا بہت بڑا تخت پڑا تھا جو آفتاب کی طرح روشن تھا اس تخت پر ایک نورانی شکل کا آدمی نورانی لباس زیب تن کئے بیٹھا تھا اور اس کے چاروں طرف چار صورتیں کھڑی ہیں جب یہ فقیر اس تخت کے قریب پہنچا تو وہ شخص بے حد مہربانی سے پیش آیا اور مجھے قریب بلا کر

فرمایا کہ میری دائیں جانب والی صورت اولیاء اللہ کی ولایت عروج کی شکل ہے اور بائیں طرف والی صورت ولایت نزول کی شکل ہے پیچھے والی صورت انبیاء کی صورت ہے اور آگے والی صورت کمالات نبوت کی صورت ہے ہم جس شخص کو قطب مدار کا منصب عطا کرتے ہیں اس کو اپنے دائیں طرف والی صورت کے فیض سے بہرہ مند کرتے ہیں اور جس کو مرتبہ فردیت عطا کرتے ہیں اس کو بائیں صورت کے فیض سے بہرہ مند کرتے ہیں اور جس کو مرتبہ قطب حقیقت و محبوبیت عطا کرتے ہیں اس کو پیچھے والی صورت کا فیض دیتے ہیں اور جس کو تمام کمالات محبوبیت، فردیت، قطبیت کبریٰ و غوثیت و قطب مداریت وغیرہ کے مراتب عطا کرنا چاہتے ہیں تو اپنی سامنے والی صورت سے مستفیض کرتے ہیں اس کے بعد انہوں نے نور ذاتی کی دو چادریں مجھے پہنائیں جن سے ایک پر پورے قرآن مجید کی کشیدہ کاری تھی اور دوسری پر تورات، زبور اور انجیل کی کشیدہ کاری تھی اور فرمایا کہ یہ دونوں چادریں کبریائے ذاتی کی چادریں ہیں ان میں سے وہ چادر جس پر قرآن مجید لکھا ہوا ہے منشائے ولایت محمدیہ ﷺ ہے اور دوسری چادر منشائے ولایت و دیگر انبیاء ہے اور میں نے یہ دونوں چادریں تجھے بخشی ہیں اور ان چار صورتوں میں سے آگے والی صورت کے فیض سے بھی تجھے مشرف کیا ہے اس کے بعد اس فقیر نے عرض کیا کہ حضور کا اسم گرامی کیا ہے فرمایا میرا نام فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہے اور یہ سمندر بحر لاتعین ہے جس شخص پر یہ مقام لاتعین مشہور ہوتا ہے میرا تعین اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا تعین باری باری اس کو نظر آتا ہے جس طرح کہ تم دیکھ رہے ہو اس مقام کا فیض

عطا کرتا ہے چونکہ اس مقام کا فیض تجھے میرے ہاتھوں سے ملنا تھا
تجھے میری باری میں یہاں لایا گیا ہے اس کے علاوہ حضرت اقدس نے
مجھے تین اشتغال تلقین فرمائے جن میں سے ایک نام لفظ محبت ہے
دوسرے کا نام معرفت ہے اور تیسرے کا نام لفظ ذات ہے اس کے
بعد فقیر نے عرض کیا کہ حضور کی پیدائش تو آخری زمانہ میں ہوئی ہے
اور اس مقام کا فیض آپ سے کافی مدت پہلے لوگوں کو مل رہا ہے یہ
کس طرح ہے فرمایا کہ ہم دونوں کی حقیقت ابتداء سے ہی نور محمد ﷺ
میں ہو چکی تھی اور اسی وجہ سے ہماری حقیقت اس مقام کی محافظ چلی
آرہی ہے اور تمام متقدمین اور متاخرین کو فیض رسانی کر رہی ہے اس
معاملہ میں ہمارے وجود عنصری (ظاہری جسم) کو کوئی دخل نہیں ہے جب
اس فقیر کو افاقہ ہوا تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان دونوں بزرگوں کی
ارواح کو ایصال ثواب کیا۔"

اقتباس الانوار حضرت محمد اکرم قدوسی"

ترجمہ: مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری

"مقام گنج شکر" مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال چشتی صابری
"سیر العارفین" میں ہے کہ چراغ چشت سلطان الہند شاہ
اولیاء غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ
علیہ حضرت بابا فرید الدین رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے زہد و تقویٰ علم و
فضل کی استعداد اور روحانی گہرائیوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ
انہوں نے ایک دن اپنے مرید حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا۔

"بابا بختیار! شہباز عظیم بقید آوردہ کہ جز بہ سدرۃ المنتہیٰ آشیاں

نگیرد" ایں فرید شمع ایست کے خانوادہ درویشان منور سازد" کہ بختیار تم نے ایک بہت بڑے شہباز عظیم کو گرفتار کیا ہے قطب الدین تیرے اس مرید کی پرواز بڑی اونچی ہے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ سے بھی اوپر یہ ایک ایسی شمع ہے جس سے درویشوں کے گھروں میں اجالا ہو جائے گا۔"

سبحان اللہ! اس مرد کامل کی عظمت کا اندازہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے درج بالا الفاظ سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے "شہباز عظیم" قرار دے رہے ہیں پھر جو خواجہ غریب نواز رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا وہ پورا ہوا پورے ہندوستان کے اولیاء کرام نے حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے فیض لیا اور آج بھی پاک پتن شریف میں آپ کے مزار پر انوار سے اولیائے کرام اور عوام فیض حاصل کر رہے ہیں اور قیامت تک انشاء اللہ فیض کے خزانے حاصل کرتے رہیں گے۔

☆☆......☆☆

عظیم اینڈ سنز کی عظیم کتابیں

AZEEM &SONS PUBLISHERS